© rasailojaraid.com



# ملتان کا جغرافیہ

محمد الیاس میراں پوری

ملتان کے بارے میں امیر خسرو نے کہا تھا:

چہار چیز از تحفۂ ملتان
گرد و گرما گدا و گورستان

امیر خسرو کے مذکورہ فارسی شعر کا منظوم اردو ترجمہ ملتان کے گم نام شاعر عبدالرب خلیق مرحوم نے اس طرح کیا تھا:

ملتان کی مشہور ہیں بس چیزیں چار
گرمی، آندھی ، بھک منگے ، چوتھے مزار

اگر یقین نہ آئے تو ملتان آ کر دیکھ لیں لیکن یہاں آ کر آپ کو اندازہ ہوگا کہ امیر خسرو تو اس سے آگے بھی بہت کچھ بتا سکتے تھے۔ نہ جانے کس مصلحت کی بنا پر انھوں نے صرف چار تحفوں پر اکتفا کیا۔

ملتان کا جغرافیہ عجیب سے زیادہ غریب ہے۔ بلکہ غربت پیدا کرنے والے اکثر سیاست دان اسی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملتان کے مغرب میں کبھی دریائے چناب بہتا تھا۔ اب اس کے پھیپھڑوں میں پانی رہ گیا ہے۔ باقی جسم سوکھ چکا ہے۔ البتہ اس کی سیر کے لیے جانے والے بہت کم واپس آتے ہیں۔ کیونکہ کشتی رانی کے شوقین اس کے پھیپھڑوں میں چلے جاتے ہیں۔ ملتان کے مشرق میں ایک فیکٹری ہے جس کی پیداوار کچھ ہو نہ ہو لیکن اس کی آب و ہوا سے یہاں کے باسی اس عارضی دنیا سے بہت جلد چھٹکارا پا لیتے ہیں۔ گویا ملتان کے مشرق سے مغرب تک ملک الموت رقص کناں نظر آتا ہے۔ ملتان کے شمال میں ایک کالونی میں تعلیمی اداروں کی تعداد طالب علموں کی تعداد سے زیادہ ہے۔

یہاں کے سیاست دان اپنی چمکدار گاڑیوں کو ملتان کی ادھڑی ہوئی سڑکوں کی بجائے اسلام آباد کی خوبصورت شاہراہوں پر چلانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ ووٹ دینے والی آبادی کی سڑکیں ان کا منہ چڑاتی ہیں اور یہ عوام اور سڑکوں کا منہ چڑا کر اسلام آباد چلے جاتے ہیں۔ انھیں تو بس شاہراہِ دستور ہی اچھی لگتی ہے۔ جہاں دستور نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اگر کچھ نظر آتا ہے تو وہ آئین و دستور کی پامالی اور خلاف ورزی ہوتی ہے۔ یہاں کے سیاست دان کبھی کبھار اپنے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حلقوں میں بھی آتے ہیں، لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے نہیں بلکہ فرضی گلیوں اور کاغذی سڑکوں کی افتتاحی تختیوں کی نقاب کشائی کے لیے۔ ملتانی سیاست دانوں کو سوز و واٹر پارک، زیرو پوائنٹ، پونچھ ہاؤس سے جنون کی حد تک عشق ہے۔ انھیں بوہڑ گیٹ اور شاہین مارکیٹ سے کوئی نسبت نہیں کہ جہاں انھیں ہمیشہ ووٹ ملتے ہیں اور یہیں ہر وقت پانی رہتا ہے۔ پھر بھی ملتان کے حکام پانی پانی نہیں ہوتے۔ اگر کبھی کبھار ہو بھی جائیں تو اس وقت پلوں سے پانی گزر چکا ہوتا ہے۔ جب پورا ملک بارش کے لیے ترس رہا ہوتا ہے اس وقت اندرونِ ملتان کا یہ علاقہ اپنی سیرابی کا بھرپور منظر پیش کرتا ہے۔ ملتان کینٹ کی طرف جائیں تو وہاں کا منظر ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ یہاں آ کر پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ بھی ملتان ہے یا اسلام آباد کا کوئی سیکٹر؟ یہاں کی ہر چیز باقی ملتان سے مختلف ہے۔

ملتان کی سڑکوں کا ذکر چل ہی نکلا ہے تو کیوں نہ آج ''سب گلے شکوے تیرے روبرو کریں''۔ ملتان کی سڑکیں کھنڈرات سے کم نہیں ہیں۔ پہلی دفعہ ملتان آنے والے کو ملتان اپنی قدیم تاریخ خود بتاتا ہے کہ میں کتنا قدیم ہوں۔ سیاحوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ موہنجوداڑو یا ہڑپہ کے کھنڈرات کی باقیات میں سے گزر رہا ہے۔ ملتان کے لوگ پیٹ کے درد میں کم مبتلا ہوتے ہیں اس کی وجہ یہاں کی سڑکوں کی حالتِ زار ہے۔ اچھا بھلا بیمار آدمی ہسپتال جانے سے پہلے پہلے یا تو اس جہانِ فانی سے کوچ کر جاتا ہے یا ہمیشہ کے لیے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ملتان کے حکام کو سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب وہ ملتان کو پیرس بنانے کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں اور اُن کے اس احسانِ عظیم پر خصوصی ''عوام'' تالیاں جبکہ حقیقی عوام سر پیٹتے ہیں۔ ملتان کی سڑکیں توڑی تو مرمت کے لیے جاتی ہیں لیکن ٹھیک ہوتے ہوتے یا تو ٹھیکیدار گزر جاتا ہے یا حکومت بدل جاتی ہے اور یا پھر سڑک کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ لگتا ہے کہ اللہ میاں نے ملک الموت کو ملتان جانے سے روک رکھا ہے کہ خواہ مخواہ کی ڈیوٹی سے کیا فائدہ۔ یا تو یہ لوگ گرمی سے مر جاتے ہیں یا سڑکوں کی ناگفتہ حالت ان کی تقدیر کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس لیے محکمہ بہبود آبادی والے مفت کی تنخواہیں لیتے رہتے ہیں کہ آبادی کم کرنے کے لیے انھیں کسی قسم کی منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ یہاں کی سڑکوں کے بارے میں بتانے کے لیے بہت سی باتیں ہیں لیکن ان میں سے کچھ ایسی ہیں کہ جنھیں سن کر خواہ مخواہ کم ظرف لوگوں کی رگِ ظرافت بھی پھڑک اٹھتی ہے۔ اردو شاعری کے عاشق کے گریبان کی طرح یہاں کی سڑکیں بھی ''لیرو لیر'' ہیں۔ اُدھڑی ہوئی سڑکوں کی وجہ سے یہاں گرد اڑتی رہتی ہے اور جب گرد اڑتی ہے تو اردگرد کے لوگ بھی نظر نہیں آتے۔ اگر نظر آ بھی جائیں تو اُن پر اتنی گرد پڑ چکی ہوتی ہے کہ انھیں پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں قدرے پرانا لطیفہ تازہ دم ہونے کے لیے یاد آ رہا ہے کہ ایک آدمی جب ملتان کی سڑکوں کی گرد پھانک کر گھر پہنچا تو بیوی بچے ڈر گئے کہ یہ ہمارے گھر میں کون گھس آیا ہے۔ وہ آدمی جب نہا دھو کر واپس اپنے اہل و عیال کے پاس واپس آیا تو تب انھیں پتا چلا کہ یہ آدمی اس گھر کا مالک ہے۔ بس یہاں کی گرد نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ بات صرف گرد تک ہوتی تو کوئی خاص قابل ذکر واقعہ نہیں تھا۔ یہاں ٹریفک کا شور، دھواں چھوڑتے آٹو رکشے، آلودگی،



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سلنسر کے بغیر موٹر سائیکل پر ون ویلنگ کرنے والے رئیس زادے یہاں کی خاص پہچان ہیں۔

ملتان کا ذکر ہو رہا ہو اور یہاں کی ٹرانسپورٹ کا ذکر نہ ہو تو بات بادہ وساغر کہے بغیر بنتی نہیں۔ لیکن بعض اوقات بات بن بھی جاتی ہے۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں یہاں طبعی موت نصیب ہوجاتی ہے ورنہ اکثر ٹریفک کے اژدہام کا شکار ہوجاتے ہے۔ ایک سٹی بس سروس کا تو کام ہی یہی ہے کہ یہ مسافروں کو'' منزل مقصود'' تک پہنچائے۔ ویگنوں میں مسافروں کو اس طرح گھسیڑا جاتا ہے جس طرح کوئی خائب الوزن لفظ شعر میں خواہ مخواہ کھپا دیا جائے۔ ویگن میں بیٹھ کر لوگوں کی حالت اُس قیدی کی طرح ہوتی ہے جسے پھانسی گھاٹ لے جایا جا رہا ہو۔ کچھ مسافر تو گھٹن سے بے ہوش ہوجاتے ہیں اور جو بچتے ہیں ان کے ہوش اڑ کر ہوا ہوجاتے ہیں۔

ملتان کا ذکر ہو رہا ہو اور لوڈ شیڈنگ کا ذکر نہ ہو تو یہ ملتان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ دوسرے شہروں کی طرح یہاں بھی لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے اور بجلی دوبارہ جانے کے لیے آ ہی جاتی ہے۔ لیکن ابھی بجلی آنے کا شور بلند ہوتا ہے اور کام کرنے کے لیے ترتیب بنائی جاتی ہے کہ دوبارہ چلی جاتی ہے۔ یعنی:

اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

جیسی کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ملتان کی آبادی کم کرنے میں بجلی کی تاروں کا بھی ہاتھ ہے۔ اندرون شہر خصوصاً اور دیگر علاقوں میں عموماً بجلی کی تاریں اتنی الجھی ہوتی ہیں کہ جنھیں سلجھانے کے لیے واپڈا کے اہلکاروں کو'' تاروتار'' ہونا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو صورت حال'' کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک'' جیسی ہوتی ہے۔ مذکورہ'' سہولیات'' کے باوجود بھی بجلی کا بل کس بل نکالنے کے لیے کافی ہوتا ہے جس سے مہنگائی کے بوجھ تلے دبے عوام بلبلا اٹھتے ہیں۔ لیکن عوام کی یہ بلبلاہٹ بھی حکمرانوں میں کلبلاہٹ اور تلملاہٹ پیدا نہیں کرسکتی۔ کیونکہ عوام کی یہ بلبلاہٹ اُن کی گاڑیوں کی چرچراہٹ میں گم ہوجاتی ہے۔

یہاں کا مشہور پھل آم ہے جو عام پایا جاتا ہے۔ جسے عام وخاص بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ اور چھلکے سڑکوں پر پھینک دیتے ہیں تاکہ پیچھے آنے والے پھسلنے کے شوقین ان چھلکوں سے'' مستفید'' ہوسکیں۔ آم ملتان کی سوغات سہی لیکن پھر بھی یہاں اتنے مہنگے ہوتے ہیں کہ'' آم کے آم گٹھلیوں کے دام'' کے صحیح معنی ومفہوم کا پتا چل جاتا ہے۔ جبکہ اوسط درجے کے لوگ صرف تلوک چند کا تخلص رہ جاتے ہیں۔ غالب کو آم بہت پسند تھے لیکن وہ ملتان کے آم نہیں تھے۔

ملتان کے قبرستان پوری دنیا میں صرف اس لیے ہی مشہور نہیں ہیں کہ یہاں اولیاء اللہ مدفون ہیں بلکہ اس لحاظ سے بھی معروف ہیں کہ یہ کبھی تو اپنی خستہ حالی پر نوحہ کناں ہوتے ہیں اور کبھی ان قبرستانوں میں مدفون مردے اپنے اعمال سے زیادہ اپنی قبر کی حالت پر خوف زدہ رہتے ہیں۔ بزرگوں کے مزارات پر بھکاری اتنی کثرت سے نظر آتے ہیں کہ اگر کوئی قسمت کا مارا غیر ملکی سیاح یہاں آنے کی زحمت کر بیٹھے تو یہ بھکاری اُس پر اس طرح جھپٹتے ہیں جیسے گدھ مردہ گوشت پر



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لپکتا ہے۔ آپ ملتان کے کسی قبرستان میں چلے جائیں وہاں آپ کو عبرت حاصل کرنے والے کم اور کاروبار کرنے والے زیادہ نظر آئیں گے اور ''پینے پلانے'' والوں کا تو گوشۂ عافیت ہی یہی ہے۔ یہاں مردے کے لواحقین اپنے پیاروں کو کفن دے تو جاتے ہیں لیکن انھیں ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کب وہ بے گور و کفن ہو جائیں۔ یعنی غالب کے الفاظ میں:

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جاں کی ہے

سرکاری ہسپتالوں کی حالتِ زار بھی اظہر من الشّمس ہے۔ مریض جاتے تو علاج کے لیے ہیں لیکن لاعلاج مرض میں مبتلا ہو کر واپس آتے ہیں۔ وجہ یہاں کا متعفن ماحول ہے۔ ڈاکٹر مریض کی حالت ٹھیک کرنے کی بجائے اپنی معاشی حالت بہتر بنانا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور وہ اس میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے۔ مریض اگر جاں بہ لب ہو تو وہ مریض کو اپنے پرائیویٹ کلینک پر آنے کا کہہ کر چل دیتے ہیں۔ اس دوران ڈاکٹر اپنے کلینک پر بعد میں پہنچتا ہے مریض اللہ تعالیٰ کے پاس پہلے پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ مریض شدید تکلیف اور گرمی میں ڈاکٹر کے کلینک پر جانے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے وہ آسان راستے کا انتخاب کرتا ہے۔

یہاں گرمی اس زور سے پڑتی ہے کہ قیامت کا گماں ہوتا ہے۔ یعنی سورج سوا نیزے پر۔ گرمیوں میں اگر کوئی قسمت کا مارا گھر سے باہر نکل پڑے تو بچا کھچا ہی واپس آتا ہے۔ میر انیس نے تو یہ مصرعہ ''بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمیں پر'' کربلا کی گرمی کے بارے میں کہا تھا۔ لیکن اگر وہ زندہ ہوتے تو یہی شعر ملتان کے بارے میں کہتے۔ اگر یہاں پر کبھی بھولے سے بارش ہو بھی جائے تو اس کے بعد گرمی کا زور ٹوٹنے کی بجائے بڑھ جاتا ہے۔ اور اتنی حبس ہوتی ہے کہ:

وہ حبس ہے کہ لُو کی دعا مانگتے ہیں لوگ

یہاں کی گرمی کے بارے میں کسی ستم ظریف نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اہل ملتان دوزخ میں بھی لحاف لیے ہوئے ہوں گے۔ کچھ سر پھرے ایسے بھی ہیں جو ملتان کی گرمی سے لطف اندوز ہونے کے لیے یہاں آ جاتے ہیں۔

بارہ مولا مری وچ ٹھنڈیاں ہواواں نے
گرمی دا مزہ لین مولتان چلیے

میں اپنی بات کو ختم کرنے ہی والا تھا کہ ملتان ایک مجسم صورت اختیار کر کے میرے سامنے آ گیا اور کہا تم نے یہ جو میری اتنی ساری خامیاں بتائی ہیں۔ کوئی ایک آدھ خوبی بھی بتا دیتے۔ میں نے خوبی پوچھی تو کہنے لگا کہ یہ پر امن شہر ہے۔ یہاں کبھی خود کش حملہ نہیں ہوا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو ملتان نے کہا کہ دہشت گرد یہاں کی گرمی سے گھبرا کر اِدھر کا رخ کرنے سے ڈرتے ہیں۔

☆☆☆



© rasailojaraid.com